بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح معاشرہ میں دینی تعلیم کا کردار!

رئیس التحریر کے قلم سے

پاکستان کی موجودہ صورت حال کو دیکھ کر ہر شخص پریشان ہے اس افراتفری میں تمام شعبہ ہائے زندگی شدید متاثر ہوئے ہیں۔ خاص کر اخلاقیات کا جنازہ نکل گیا۔ بداخلاقی' بدزبانی' بدتہذیبی' بہتان تراشی' بے ادبی اپنے عروج پر ہے۔ دیگر معاشرتی برائیاں الگ سے ہیں لوگ اصلاح احوال کے لیے فکرمند اور طریقہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ اگر یہ صورت حال برقرار رہی تو آنے والی نسلوں کا کردار کیا ہوگا۔ اور کیا حشر برپا کریں گے۔

اس میں دو رائے نہیں کہ اصلاح معاشرہ میں دینی تعلیمات ہی مرکزی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ دینی تعلیم کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔ جو ربانی ہدایات پر مبنی ہے۔ یہ تعلیمات انسان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ اس میں انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی موجود ہے اور یہ امیر وغریب مرد وزن اور چھوٹے بڑے کے لیے یکساں ہیں۔ یہ اکراہ اور جبر سے بالاتر ہے۔ یہ ترغیب و ترہیب سے انسانیت کو قائل کرتی ہے۔ اس کی سنہری تعلیمات سلیم الفطرت انسان کو اپیل کرتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ انسان میں فکر آخرت کو اجاگر کرتی ہے۔ جوابدہی اور مسؤلیت کا احساس پیدا کرتی ہے جس کے باعث انسان ازخود اپنے معاملات کو درست کرتا ہے۔ اسے کسی مراقبے اور نگرانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی کام برابر ہو جاتے ہیں دن کی روشنی میں سرانجام دینے والے کام ہوں یا رات کے اندھیروں میں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ اسے معلوم ہے۔ کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو پہنچنے والی تکلیف کا ازالہ ممکن ہے۔ لیکن زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سے لگنے والے گھاؤ اور زخم ناقابل علاج ہیں۔ اس لیے وہ تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے کراماً کاتبین اس کی ہر حرکت اور ہر بول کو نوٹ کر رہے ہیں۔ اور یہی کھاتے کل قیامت کے روز اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے انہیں دیکھ کر کہیں گے۔

یویلتنا مال هذا الکتاب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصها و وجدوا ما

عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احداً۔

انسان کی اصلاح میں بنیادی کردار تعلیم کا ہے۔ تعلیم ہی کا کمال ہے کہ اس کے ذریعے برے سے برے لوگ سدھر گئے۔ اور لوگوں کے لیے کارآمد اور منفعت کا ذریعہ بن گئے۔ تعلیم اخلاقیات کو سنوارنے کے لیے خصوصی ذریعہ ہے۔ تعلیم محض ڈگریوں کے حصول کا ذریعہ نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم معاشرتی اخلاقی دینی اصول وضوابط سکھلاتی ہے۔ جس کی وجہ سے تعلیم یافتہ مہذب مودب اور بااخلاق ہوتا ہے۔ وہ جہاں اپنے حقوق کے تحفظ کی بات کرتا ہے وہ اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق سے بھی بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ یہ کمال دینی تعلیم کا ہے جس کے سنہری اصول ابتداء میں ہی سکھلا دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً لیس منامن لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا 'یعنی چھوٹے کے ساتھ رحمدلی اور بڑے کا ادب واحترام۔ حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ اسلام کا حسن یہ ہے کہ بے مقصد کام کو ترک کر دے۔ من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یوذجارہ' ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا اولیصمت (متفق علیہ) اور ایسی لاتعداد احادیث دینی تعلیم اور نصاب کا حصہ ہیں اور یہ نصاب پڑھ کر ایک معمولی طالب علم بھی بے حد مودب اور مہذب ہو جاتا ہے۔ دینی تعلیم میں دنیاوی علوم بھی شامل ہیں اکثر مدارس میں باقاعدہ یہ تمام سوشل مضامین پڑھائے جاتے ہیں جس میں تاریخ' مطالعہ پاکستان' اقتصادیات' سیاسیات' خصوصیت کے ساتھ شامل ہیں جس کی وجہ سے اب علماء کرام میں بہت وسعت اور دین ودنیا کا شعور موجود ہے۔

اب ذرا سیکولر نصاب اور اس کے حاملین کا جائزہ لے لیا جائے تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ کہ اس نصاب کے پڑھنے والوں پر کیا اثرات ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ ماڈرن نصاب تعلیم کیمرج آکسفورڈ کا ہے۔ لوگ اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے انہی اداروں کا رخ کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان اداروں سے پڑھ کر آئے ہونگے جن سے ہم سب آگاہ نہیں لیکن چند ایک ایسے ہیں جن سے پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ بطور مثال بے نظیر بھٹو ان کے صاحبزادے بلاول زرداری' تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان شامل ہیں۔ انہوں نے آکسفورڈ سے اپنی تعلیم مکمل کی ہے۔ اور اس پر لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر

بتائیے۔ کہ ان کے طرز عمل' ان کی گفتگو' ان کے انداز تخاطب' سے یہ تعلیم یافتہ لگتے ہیں۔ کیا آکسفورڈ جیسا تعلیمی ادارہ اپنے گریجویٹ میں یہ اخلاقی قدریں پیدا کرتا ہے۔ کہ انہیں بڑے چھوٹے کی تمیز نہ ہو۔ یہ بدکلامی اور بداخلاقی کے چیمپئن ہوں۔ تکبر اور غرور کا مظاہرہ کریں۔ ہٹ دھرمی اور انانیت کی وجہ سے دوسروں کو حقیر سمجھیں۔ قانون شکنی پر فخر کریں کیا آکسفورڈ یونیورسٹی کا نصاب پڑھ کر تشدد اور انتہا پسندی پیدا نہیں ہوئی۔ یقیناً ایسا ہی مشاہدہ ہوا ہے ہمارے خیال میں بحثیت ایک پاکستانی کے ہم نے تو ان چند افراد کو قریب سے دیکھا اور سنا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ان سے زیادہ بدتمیز اور بدتہذیب لوگ کسی اور ادارے سے پیدا نہیں ہوتے۔ لہٰذا ہم یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کو اپنے نصاب پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ اور ایسا نصاب تشکیل دینا چاہیے۔ کہ آکسفورڈ کے فضلاء اعلیٰ اخلاقی قدروں کے مالک ہوں۔ ان میں شائستگی' حلم' بردباری' برداشت ایسے اوصاف پیدا ہوں۔ یونیورسٹی کے ذمہ داران کو ضرور سوچنا چاہیے آخر کہاں کوتاہی ہوئی کہ ان کے ادارے سے یہ لوگ کیسے بدتمیز بن کر نکلے جو ادارے کی بدنامی اور رسوائی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ لاکھوں روپے خرچ کر کے آکسفورڈ سے اگر بدکلامی' بدتہذیبی اور یاوہ گوئی ہی سیکھنی تھی۔ تو اس کے لیے اتنی دور جانے کی زحمت نہیں اٹھانی چاہیے تھی۔ بلکہ پاکستان میں کسی میراثی اور ڈوم کی خدمات حاصل کر لیتے۔ تو وہ زیادہ بہتر تربیت کر دیتا۔ جس کی مثال شیخ رشید ہیں۔ جو اس وجہ سے T.V پروگرامز میں نہیں آتے۔ کہ وہ سیاسی مدبر ہے بلکہ بقول آفتاب اقبال کے وہ سیاسی مسخرہ ہے اس کو بلانے کا واحد مقصد ہی یہ ہے کہ وہ چٹکلے سناتا ہے اور پروگرام زیادہ دیکھا جاتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ عمران خان اس وقت اس وجہ سے مقبول نہیں کہ وہ قوم کا خیر خواہ یا مخلص لیڈر ہے۔ بلکہ اس کی وجہ شہرت اس کا جارحانہ انداز' بدتمیزی' اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنا ہے آج نوجوان نسل نے بھی یہی انداز اختیار کر لیا ہے یہ یقیناً دکھ اور افسوس کی بات ہے ایسی زبان بگڑی کہ اوئے اوئے سے ہی گفتگو کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ جدید ماڈرن تعلیمی ادارے کے فضلاء کا حال ہے۔

دینی مدارس کے فضلاء میں سے کم درجے کا عالم دین بھی نہایت مودب اور مہذب ہوگا وہ چھوٹے بڑے میں تمیز کرے گا۔ **وانزل الناس منازلھم** کے اصول پر کاربند ہوگا۔ الزامات

کی سیاست نہیں کرے گا۔ وہ دینی تعلیم کا حقیقی نمائندہ بن کر معاشرے میں زندگی گذارے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اب لوگ دینی مدارس پر اعتماد کرنے لگے ہیں اور اپنے بچوں کو بکثرت دینی مدارس میں زیور تعلیم سے آراستہ کرا رہے ہیں انہیں یہ شوق ہے کہ ان کے بچے ممتاز علماء کے عکاس ہوں۔ ان میں اعلیٰ اخلاقی قدریں پائی جائیں۔

آج کل دینی مدارس میں داخلے کا موسم ہے بحمد الله دینی مدارس میں بھرپور رونق ہے۔ اورنوجوان شوق وذوق کے ساتھ داخل ہورہے ہیں ہم پاکستان کا مستقبل ان کے ہاتھ میں آتا دیکھ رہے ہیں لوگوں نے پہلے بھی ان بدتمیز لوگوں کو مسترد کیا اب بھی کریں گے۔

رمضان المبارک اور ذرائع ابلاغ!

رمضان المبارک وہ عالی شان مہینہ ہے جس کے روزے مسلمانوں پر فرض کئے گئے۔ یہ عبادت اور بندگی کا مہینہ ہے جس کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اذا کان اول لیلة من شهر رمضان صفدت الشیاطین و مردة الجن و غلقت ابواب النار فلم یفتح منهاباب و فتحت ابواب الجنة فلم یغلق منهاباب و ینادی مناد یا باغی الخیرا قبل ویا باغی الشر اقصر ۔ یہ ایسا مبارک مہینہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ شیاطین کو جکڑ دیتے ہیں تا کہ اس کے بندے پورے انہماک کے ساتھ بندگی کرسکیں اور اس عظیم مہینے کی رحمتوں برکتوں اور مغفرتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھاسکیں۔ خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔ اور شر اور برائی سے اجتناب کریں مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ لوگوں کی بڑی تعداد نے رمضان شریف کا دل و جان سے احترام کیا۔ روزے رکھے اور اپنا اکثر وقت بندگی اور عبادت میں گزارا۔ مسجدیں آباد ہوئیں۔ قیام اللیل میں لوگوں کی دلچسپی قابل تحسین تھی۔ حتیٰ کہ آخری عشرے میں بڑی تعداد میں لوگوں نے اعتکاف کیا۔ صدقہ خیرات، فقراء ومساکین کی مدد کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ خاص کر طاق راتوں میں مساجد میں لوگوں کی غیر معمولی تعداد موجود رہی۔ اور تلاوت، درس قرآن، اور دعاؤں میں شامل رہے۔ یہ ساری باتیں اور عملی کام نہایت حوصلہ افزاء اور قابل ستائش ہیں۔ جن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی لوگوں کی بڑی تعداد میں خیر موجود ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں ذرائع ابلاغ کا نہایت مکروہ کردار بھی سامنے آیا۔ ایسے ایسے پروگرام ترتیب دیئے گئے اور براہ راست نشر ہوئے جس سے اس ماہ مبارک کا تقدس پامال ہوا۔ خاص کر سحری اور افطاری کے وقت جو کہ بہت ہی قیمتی اوقات ہوتے ہیں یہ حیاباختہ پروگرام نشر ہوئے اس کے میزبان مردو خواتین جو پورا سال بے ہودہ ڈراموں میں اداکاری کرتے ہیں۔ اور اس مہینے میں لوگوں کو دین سکھلانے آجاتے ہیں۔ دین کے نام پر ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں کہ جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ دینی شعائر کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور ان تمام پروگرامز کا بنیادی مقصد ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو دین سے دور کیا جائے۔ اور رمضان کے قیمتی اوقات میں انہیں فضول اور بے مقصد کاموں میں مصروف کیا جائے۔ تاکہ لوگ نہ تو عبادت کرسکیں اور نہ ہی اپنی مغفرت کا سامان کرسکیں۔

ستم بالائے ستم ان میں ایسے پروگرام بھی شامل تھے جہاں فرقہ واریت کو ہوادی گئی۔ ایسے موضوعات زیر بحث لائے گئے جن کا عوامی سطح پر تذکرہ کبھی نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ لیکن اس پر مختلف مسالک کے علماء کو آپس میں لڑایا گیا۔ بدکلامی ہوئی اور بعض مسلک کو ننگی گالیاں دی گئیں اس پر نہ تو اینکر نے کوئی افسوس کا اظہار کیا اور نہ ہی پروگرام کے پروڈیوسر نے ایکشن لیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کام اس لیے کیا جارہا ہے۔ کہ لوگ یہ محسوس کریں کہ دین میں لڑائی جھگڑا ہے۔ یہ نفرت پیدا کرتا ہے۔ تاکہ وہ دین سے بیزاری کا اظہار کریں۔ ذرائع ابلاغ کا یہ مکروہ کردار پورا رمضان جاری رہا۔ مقام افسوس ہے کہ ایک طرف حکومت فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے طرح طرح کے ضابطے بناتی ہے۔ مساجد میں اسپیکروں پر سخت پابندی ہے۔ لیکن دوسری طرف ذرائع ابلاغ کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ براہ راست فرقہ واریت کی تشہیر کریں اور گالی گلوچ کریں۔ کروڑوں لوگ یہ منظر دیکھ رہے۔ اور ان کے دل میں ایک دوسرے مسلک کے بارے میں نفرتیں جنم لے رہی ہیں۔ لیکن حکومتی ادارے خواب غفلت میں ہیں پیمرا جس کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر پابندی لگاتی ان کا محاسبہ کرتی۔ مقام افسوس کہ انہوں نے ذرابرابر بھی ایکشن نہ لیا۔ اب جب معاشرے پر اس کے اثرات آئیں گے اور کسی نہ کسی جگہ حادثہ ہوگا۔ تو دو چار بیانات آئیں گے کہ ہم فرقہ واریت کی مذمت کرتے ہیں کوئی ان